OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

پاکستان میں رجحان تکفیر اور اسلام کا درسِ امن: ایک مطالعہ

A Study of the trend of *Takfīr* and in Pakistan and Islamic Teaching

Qammar Aziz
Doctoral Candidate Islamic Studies Qurtuba University of Science and Information Technology, DI Khan
Hafeez Arshad Hashmi
Doctoral Candidate Islamic Studies Qurtuba University of Science and Information Technology, DI Khan
Prof. Dr Abdul Wahab
Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan

Abstract

Today Muslim ummah has been divided into different sects and Takfir or to declare a Muslim Kāfir by other Muslims is a serious issue these days. Many Muslims are being proclaimed disbelievers due to which we have become infirm internally and have suffered serious problems. I will try to cover these important points in my article. Issues like meanings of "Takfeer", "Masla-e-Takfīr", Brief history of "Fitna-e- Takfīr", Reasons, damages and remedies of "Fitna-e-Takfīr", Impacts of " Takfīr" on collective societal life have been discussed. It is suggested that teachers and scholars but should pay full attention to this issue. The Council of Islamic Ideology at the national level and the Organization of Islamic Cooperation at the global level should realize the basic problem and solve it on a priority basis.

Keywords: *Takfīr*, Pakistan, Islamic teaching

تمہید

دین اسلام محبت، پیار اور اجتماعیت کا دین ہے لیکن شروع سے ہی متعدد فتن کی زد میں رہا ہے، کچھ فتن تو ایسے رہے ہیں کہ جس کا کثیر تعداد میں لوگ شکار ہوئے حتی کی کچھ نیک طینت لوگ بھی ان سے متاثر ہو گئے، جیسا کہ فرمان باری تعالی میں اسی طرف اشارہ ہے کہ واتقوافتنه لاتصيبن الذين ظلموامنكم خاصة[1] اور اس عظیم فتنے سے بچ جاؤ جو لازم ان لوگوں کو خاص

CC BY

طور پر نہیں پہنچے گا جنہوں نے ظلم کیا ل۔ غرض ہم ہر طرف سے بے شمار فتنوں سے گھر چکے ہیں۔ غالبا سرکار عالی وقار نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر چڑھے پھر ارشاد فرمایا کیا تم وہ نہیں دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے گھروں کی جگہوں میں فتنے ایسے گر رہے ہیں جیسے بارش کے قطرات گرتے ہیں[2] انہی بے شمار فتن میں سے خطرناک ترین فتنہ جس کو لادین قوتیں پروان چڑھا رہی ہیں اور اسکی آبیاری کررہی ہیں "فتنہ تکفیر" ہے جس نے امت مسلمہ کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف دین کی بنیادی تعلیمات مسخ کی گئی ہیں بلکہ خاندانوں کے خاندان اجڑ گے اور بعض مقامات پر تو قتل وغارتگری کا ایسا طوفان اٹھا کہ الامان والحفیظ۔ اس سے پہلے بھی موضوع تکفیر پر کافی کام ہو چکا ہے تمام امت مسلمہ میں عموما اور پاکستان میں خصوصا یہ فتنہ پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔ اس موضوع پر اس سے پہلے جن علماء نے کام کیا ان میں اصل تکفیر از مفتی عبدالرحمن، تکفیر اسباب علامات اور حکم از ابو سعد احسان الحق شہباز، عصر حاضر میں تکفیر، خروج، جہاد اور نفاذ شریعت کا منہج از ڈاکٹر حافظ محمد زبیر ،التحذیر من فتنہ التکفیر از محمد ناصر الدین البانی، مسئلہ تکفیر اور اس کے اصول وضوابط از مبشر احمد ربانی اور مسئلہ تکفیر اہل سنت اور گمراہ فرقوں کے مابین ایک جائزہ از عنایت اللہ سنابلی مدنی قابل ذکر ہیں۔ تمام آرٹیکل میں میری یہی کوشش ہے کہ میں سابقہ تحقیقی کام کا تجزیہ کرتے ہوءے زمانہ موجودہ کے تقاضوں کے مطابق فتنہ تکفیر کی خطرناک صورتحال، اس کے نقصانات اور اس کے تدارک کے ممکنہ طرق کی نشاندہی بھی کر سکوں کیونکہ نباض امت علماء و سکالرز نے شدت سے اس مسئلہ کا احساس کیا اور بڑے مدلل و معتدل انداز میں اس کو امت کے سامنے رکھا لیکن ایک کمی جو کافی عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی کہ پاکستان میں پچھلے کچھ عرصہ سے عوامی سطح کے ساتھ ساتھ حکومتی سطح پر مذہب کارڈ کھیل کر سیاسی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی جس سے عوام میں بھی مذہبی شدت پسندی میں بے پناہ اضافہ ہوا, لہذا اس امر کی سخت ضرورت تھی کہ جہاں تکفیر کے متعلق اسلامی تعلیمات کو غیر جانبدارانہ طریقے سے پیش کیا جائے وہاں یہ بھی ضروری تھا کہ ایسی سفارشات اور تجاویز مرتب کر کے ذمہ داران تک پہنچائی جائیں جن سے پاکستان میں تکفیر کے رجحان کی حوصلہ شکنی اور مذہبی شدت پسندی میں کمی کیلئے ٹھوس اقدامات اٹھائے جانا ممکن ہو سکے۔۔۔ میں نے اسی پہلو پر کام کرنے کی کوشش کی ہے۔

تکفیر کا لغوی و اصطلاحی معنی

تکفیر کا مادہ، کفر ہے جسکے بارے میں لوئیس معلوف لکھتے ہیں کہ کفر (ن) کفر الشئی ۔۔۔ (کفرا و کفورا و کفرانا) ایمان کی ضد[3] تکفیر کا لفظ چونکہ کفر (باب تفعیل) سے مصدر ہے اسکے متعلق لوئیس معلوف معلوف رقمطراز ہیں۔،، کفر الشئی چھپانا الرجل کفر پر برانگیختہ کرنا کفر کی طرف نسبت کرنا، کافر کہنا[4] یعنی کفر کا لغوی معنی چھپانا کے ہیں چونکہ بندہ ایمان اور حق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے اسلیئے کافر کہلاتا ہے جبکہ تکفیر کا مطلب ہے کسی دوسرے شخص کو کافر کہنا۔ امام غزالی کے بعد کے متکلمین نے اس کی تعریف یہ کی ہے عدم الایمان عما من شانہ[5] جس چیز پر ایمان لانا ضروری ہے اس پر ایمان نہ لانا کفر ہے۔ قاضی عضد الدین نے "العقائد العضدیہ" میں کفر کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔ الکفر عدم الایمان[6]۔ یعنی شریعت کی طرف سے بندوں کو جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم ہے، ضروری ہے کہ ان تمام اشیاء کی تصدیق کی جائے اور ان پر ایمان لایا جائے، ان اشیاء پر ایمان نہ لانا کفر ہے، لہذا اگر کوئی شخص حضور صلی علیہ والہ واصحابہ وسلم کی تصدیق نہیں کرتا اور تکذیب کی بھی جرات نہیں کرتا تو اس تعریف کے مطابق وہ یقینا کافر ہے۔

تکفیر کی اقسام

محترم جابر علی عسکری تکفیر کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تکفیر کی دو اقسام ہیں۔

1: تکفیر مطلق

کسی بھی فعل کو کتاب وسنت میں کفر قرار دیا گیا ہو تو اسکے بارہ میں کہنا جس نے بھی یہ کام کیا ہو کافر ہے، تکفیر مطلق کہلاتا ہے، مثلا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ یا حضور صلی علیہ والہ وسلم یا ارکان اسلام وایمان کا انکار کرنے سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لہذا ہم کہیں گے کہ جس نے بھی شرک کیا اسکا اسلام ختم ہو گیا اور جس نے بھی اللہ کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا، اسے تکفیر مطلق کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی تکفیر کی صورت میں جن افراد پر یہ تکفیر صادق آجاتی ہے ان سے کفار والا معاملہ نہیں کیا جاتا نہ انہیں مرتد قرار دیا جاتا ہے بلکہ انہیں مرتد قرار دینے کیلئے انکی معین تکفیر کی جاتی ہے۔

2: تکفیر معین

تکفیر معین یہ ہوتی ہے کہ کسی بھی ایسے کام کے مرتکب شخص کو نام لے کر کافر قرار دینا جس کام کا کفر یا شرک ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ مثلا اسلم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا تو یہ کہنا کہ اسلم کافر ہے اسے تکفیر معین کہا جاتا ہے۔[7]

مسئلہ تکفیر کی حدود وقیود اور فقہی آراء

یہ رجحان بہت تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے کہ ہر وہ شخص جس کے نظریات آپ سے مختلف ہیں اسے کافر کہہ دیا جائے لیکن یہ بھی ایک اٹل حقیت ہے کہ بعض مقامات پر تکفیر ضروری ہوتی ہے۔ اسلام نے سب کو بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ دنیا کے ہر مذہب کیطرح اس کی بھی کچھ حدود وقیود ہیں کہ جن کو پار کرنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ہم نے محض خواہشات نفسانی کے لیئے تکفیر کا دائرہ وسیع کر دیا ہے لیکن فی الحقیقت کئی امور ایسے بھی ہیں جن میں تکفیر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ کوشش کی جائیگی کہ تکفیر کی اصل حدود کو بیان کر دیا جائے تاکہ مسئلہ واضح ہو اور ان حدود کو سبوتاژ کرنے والے کو ہی کافر کہا جاسکے کیونکہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: الکفرحکم شرعي وانمایثبت بالادلته الشرعیته[8] کفر ایک شرعی حکم ہے اور یہ صرف شرعی دلایل سے ثابت ہوتا ہے۔ شرعی طور پر کسی شخص کو کافر قرار دینے والے کے لیئے علوم کتاب وسنت کا ماہر ہونا ضروری ہے جو شرعی احکام، اہداف، مقاصد اور اصول وضوابط کا ادراک رکھتا ہو اور ان احکام اور اصول کی تطبیق، لوگوں کے احوال، انکی خطاء، تاویلات وجہالت اور قیام حجت کی رعایت رکھنے والا ہو، غالیوں کے غلو، انتہاپسندوں کی انتہاپسندی اور مفرطین کے افراط وتفریط سے کوسوں دور ہو اسلیئے کہ تکفیر کا مسئلہ انتہائی خطیر اور اسکے نتائج انتہائی خطرناک ہیں۔

کسی کو کافر کہنے کے بارے میں قرآن کریم کی ہدایت

قرآن کریم میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ جب تک پوری طرح تحقیق نہ ہو تب تک کسی کو بلاوجہ کافر / غیر مسلم نہ کہا کریں، بلکہ اول پوری طرح تحقیق کر لیا کریں، اس کے نتیجہ میں اگر واقعتا ایسے شواہد ملیں جس سے واضح طور پر اس کا کفر واضح ہو جاتا ہو تو پھر اسکے مطابق عمل کریں۔ ارشاد باری تعالی ہے: "اے ایمان والوں جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمھارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیاوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ

تم مسلمان نہیں ہو کیونکہ اللہ کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں، پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔[9] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو "تحقیق" کرنے کا حکم دیا کہ کسی بات کا فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں "سفر" کی قید اتفاقی ہے جسکی ضرورت اسلیئے پیش آئی کہ عام طور پر اس قسم کے واقعات سفر ہی میں پیش آجاتے ہیں۔ اگلے جملہ میں بھی ہدایت کی گئی ہے کہ جو کوئی بھی آپکو سلام کرے یا مسلمانوں کے سامنے اپنی اطاعت ظاہر کرے تو اگرچہ سلام کرنے کے علاوہ اسکے مسلمان ہونے کی اور دلیل موجود نہ ہو لیکن اسکے باوجود اسکو کافر مت کہو بلکہ پہلے خوب تحقیق کرو، کیونکہ سلام کرنا یا مسلمانوں کی اطاعت میں داخل ہونا بظاہر اس بات کی علامت ہے کہ ایسا کرنے والا مسلمان ہے اور ایمان و کفر کا دارومدار ظاہر ہی پر ہوتا ہے، لہذا جب اس ظاہر کے خلاف کوئی یقینی دلیل نہ ملے تب تک اسکو کافر کہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

تکفیر میں نہایت احتیاط کے متعلق حضور صلی علیہ والہ وسلم کی تعلیم

حضور صلی علیہ والہ وسلم نے متعدد احادیث میں بے جا کسی کو کافر کہنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، متعدد روایات سے ثابت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے تو اگر واقعتا اس سے کوئی کفریہ قول و فعل سرزد ہوا ہو تب تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس سے اس طرح کسی عمل کا صدور نہیں ہوا جو موجب کفر ہو اور اسکے باوجود کسی نے اسکو کافر کہا تو یہ کفر خود کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔ امام بخاری نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذاقال الرجل لاخیه یاکافر، فقد باء به احدهما۔[10] "جب کوئی مسلمان اپنے (مسلمان) بھائی کو کافر کہہ کر پکارتا ہے تو یقیناً یہ لفظ دونوں میں کسی ایک کے سر پڑا (یعنی دونوں میں سے کوئی ایک ضرور کافر ہوا)۔" مسند احمد کی روایت سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے، چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ: حد ثنا نافع، ان عبدالله بن عمر اخبره، ان رسول الله علیه وسلم قال: اذاقال الرجل لصاحبه: یا کافر ، فانها تجب علی احد هما ، فان کان الذی قیل له کافر فهو کافر ، والا رجع الیه ما قال۔[11] حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان ساتھی کو کافر کہہ کر پکارتا ہے تو یہ (کافر ہونے کی بات) ان دونوں میں سے کسی کے حق میں ضرور ثابت ہو جاتی ہے، جس شخص کو کافر کہا گیا ہے، اگر ہو حقیقت میں بھی کافر تھا تب تو وہی کافر ہو جاتا ہے، ورنہ تو کہنے والے کی طرف یہ بات واپس لوٹتی ہے۔

دربار نبوت کی خصوصی ہدایت

بعض احادیث میں حضور ﷺ نے خصوصی ہدایت فرمائی کہ کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر ہرگز نہ کی جائے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت نقل فرماتے ہیں: قال رسول اللهﷺ ثلاث من اصل الایمان: الکف عمن قال لا اله الا الله، ولانکفره بذنب، ولانخرجه من االاسلام بعمل۔[12] تین چیزیں اصل ایمان میں سے ہیں، جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے، اس سے رکنا (یعنی) اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ ہی کسی (غلط یا ناجائز) کام کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج سمجھنا"۔ اس حدیث میں یہ بنیادی سبق دیا گیا کہ گو مسلمانوں کی تکفیر سے حتی الامکان بچنا ضروری ہے، کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر قرار دینا یا کسی غلطی کی بنیاد پر اس کو دائرہ اسلام سے نکالنا، مسلمانوں کے حقوق سے محروم کرنا ہرگز جائز نہیں، تکفیر مسلم کے حوالہ سے احتیاط و اعتدال ہی ایمان کے بنیادی احکام میں سے ہے۔

بلا تحقیق کفر کا حکم جاری کرنے پر حضور ﷺ کی سخت سرزنش

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں جنگ کے دوران کسی کافر سے لڑنے لگوں اور وہ تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالے پھر کسی درخت وغیرہ کے سہارے مجھ سے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرے اور یہ کہے کہ میں کہ میں اسلام لایا یا کلمہ پڑھے، تو کیا ایسی سنگین صورت حال میں اسکو قتل کر سکتا ہوں ؟ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا: کہ نہیں آپ اسکو قتل نہ کریں، حضرت مقداد نے دوبارہ استفسار کیا کہ حضور ﷺ اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد ہی یہ کلمہ کہا (اسلام میں واقعی رغبت رکھنے کی وجہ سے نہیں کہا بلکہ جان بچانے کا ایک حیلہ ہے) حضور ﷺ نے فرمایا: "اسکو قتل نہ کرو کیونکہ اگر تم نے اس کو قتل کیا تو وہ اس درجہ پر ہو گا جس پر آپ قتل کرنے سے پہلے تھے اور آپ اس درجہ پر ہو جائیں گے جس پر وہ اس کلمہ کہنے سے پہلے تھا"[13] بظاہر تو یہاں قتل کرنے کی ممانعت ہے مگر چونکہ یہ قتل کا جواز اور عدم جواز ایمان کے قبول ہونے اور نہ ہونے پر ہے، اگر اس کہنے سے وہ مسلمان بنا تو اس کو قتل کرنا ناجائز ہے اور اگر محض اس کہنے کی وجہ سے اس کو مسلمان قرار نہ دیا جائے بلکہ بدستور کافر ہی کہا جائے تو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اس لیئے اس حدیث شریف سے ایمان وکفر کا حکم لگانے کے متعلق احتیاط کی ضرورت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی شخص میں اسلام کا کوئی قرینہ موجود ہو تو وہاں کافر قرار دینے اور اس کے احکامات جاری کرنے میں جلد بازی سے کام لینا جائز نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، امام غزالی کا درج ذیل قول نقل فرماتے ہیں جو انتہائی چشم کشا ہے کہ "جب تک ممکن ہو سکے تکفیر سے بچنا چاہیے، یقینا قبلہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنے والوں "لاالہ الا االلہ محمد رسول اللہ" صراحت سے کہنے والوں کے خون اور اموال کو مباح سمجھنا خطاء ہے اور ایک ہزار کافر چھوڑنے کی خطاء کرنا کسی ایک مسلمان کے خون سے ہاتھ رنگنے کی خطاء سے زیادہ ہلکا ہے۔[14] امام ذہبی لکھتے ہیں: "میں نے اشعری کا ایک کلام دیکھا جس نے مجھے حیرت و تعجب میں ڈال دیا اور وہ ثابت ہے اور اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں نے ابو حازم العبدی سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے زاہر بن احمد السرخسی سے سنا وہ کہتے ہیں "جب میرے گھر میں بغداد کے اندر ابوالحسن اشعری کی موت کا وقت قریب ہو گیا تب انہوں نے مجھے بلایا تو میں ان کے پاس آیا انہوں نے کہا" مجھ پر گواہ ہو جا میں اہل قبلہ میں سے کسی ایک کی بھی تکفیر نہیں کرتا اسلیئے کہ تمام ایک معبود کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور یہ سب محض عبادات کا اختلاف ہے۔[15]

یہ امام اشعری اہلسنت کے امام ہیں اور انہیں عقائد میں اپنا امام مانا جاتا ہے انکی واضح عبارت ہے کہ میں اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا، نیز نبی دوعالم ﷺ کی درج ذیل حدیث مبارکہ بھی اس ضمن میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ عالہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ حرُقہ کی طرف بھیجا ہم نے صبح ہی صبح انکو جالیا ہم نے انکو شکست دی۔ میں اور ایک انصاری بھائی مخالفین کے ایک شخص پر حملہ آور ہوئے جب ہم نے اس پر قابو پالیا تو اس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا لا الہ الا اللہ تو وہ انصاری رک گیا لیکن میں نے اسے نیزے سے قتل کر دیا۔ جب ہم واپس آئے تو سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا "اے اسامہ، کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا" آپ اس جملے کو بار بار دہراتے رہے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ کاش میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔"[16] درج بالا حدیث مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ اگرچہ یہ اظہر من الشمس تھا کہ اس نے محض جان بچانے کیلیئے کلمہ پڑھا لیکن کسی کلمہ گو کی تکفیر اور اس بناء پر اس کا قتل ایسا واقعہ ہے جسکو سرکار دوعالم نے غم واندوہ کے ساتھ مکرر ابیان کیا ااور ایسے الفاظ بولے کہ صحابی شدت غم اور افسوس سے بول اٹھے کہ آج سے پہلے وہ مسلمان ہی نہ ہوتے اور آپکی یہ تمنا اس

خوف کی وجہ سے تھی کہ کہیں نبی کریم انہیں قصاص میں ماخوذ نہ کرلیں یا نبی کریم کی شدید ناراضگی میں انکے اعمال ضائع نہ ہو جائیں بلکہ بعض روایات میں تو اسی معاملے میں سرکار عالی وقار کے انتہائی سخت الفاظ کا تذکرہ آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:" افلاشققت عن قلبه حتى تعلم اقالها ام لا۔[17] تو نے اسکا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا لیا تاکہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے یہ جملہ تین بار سیدنا اسامہ کے سامنے دہرایا:" فكيف تصنع بلا اله الا الله اذا جاءَ ت يوم القيامه[18] قیامت کے دن جب لاالہ الا اللہ تمھارے سامنے آئے گا تو اسکا کیا کروگے۔ مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کلمہ گو کی تکفیر اور اس کے قتل پر سرکار نے نہ صرف غصہ وغضب کا اظہار فرمایا بلکہ فرمایا "تونے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا" فرما کر امت کو یہ بھی درس دیا کہ ہمیں صرف ظاہر کا مکلف کیا گیا ہے اور کسی کے باطن کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہمیں نہیں دیا گیا۔ حکم ظاہر پر ہی لگایا جائے گا۔ نیز بعض امور ایسے ہیں کہ جہاں پر تکفیر ضروری ہے تاکہ امت راہِ اعتدال پر قائم رہے جن امور میں تکفیر ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں۔ ارتداد، شرک، وجودِ خدا، رسالتِ محمدی اور قیامت کا انکار ان سب کے ساتھ ساتھ ضروریاتِ دین کا انکار جیسے نماز، روزہ ،زکوٰۃ، حج وغیرہ کی فرضیت کا انکار کر دینا یا حرامِ قطعی جیسے شراب نوشی، سود کھانا، محرمات سے نکاح کا انکار کرنا وغیرہ کو حلال سمجھنا یا ختم نبوت کا انکار کرنا یا شانِ رسالت مآب میں صریح گستاخی کرنا وغیرہ ایسے تمام امور جو مسلمانوں کے درمیان متفقہ ہیں اور دین کی اساس ہیں ان کا انکار کر دینے والا کافر ہے اور اس پر حکمِ تکفیر لگانا عین ایمان ہے۔ اسلام چونکہ معتدل مذہب ہے لہذا وہ نہ تو ہر جزئی پر حکم کفر لگاتا ہے اور نہ ہی بے لگام چھوڑتا ہے بلکہ اس کی مذکورہ بالا حدود ہیں جو ان کو پار کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لزوم کفر اور التزام کفر کی تفریق: احتیاط کا ایک مظہر

اسی سے ملتا جلتا لزوم اور التزام کفر کا مسئلہ بھی ہے جو فقہاء کرام کے اس باب میں انتہائی احتیاط کا ایک مظہر ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہو جائے جو بذات خود تو موجب کفر نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آرہا ہو یا کوئی ایسا کام کرے جسکی وجہ سے تو کسی شخص کو کافر قرار نہ دیا جاسکتا ہو لیکن اس فعل کا لازمی نتیجہ کفر ہے تو کیا اس لازم کو دیکھتے ہوئے اس شخص کی تکفیر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس پہلو پر نظر رکھی جائے کہ جب کوئی شخص کسی کام کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے لوازم پر بھی عام طور پر نظر ہوتی ہے، کام کرنے کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ کرنے والے نے اس کام کو کرتے ہوئے اس کے تمام لوازم بھی اپنے اختیار سے سرانجام دیے ہیں، اور جب لازم کفر ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس قول و عمل کے ساتھ یہ لازم متعلق ہے اس کا مرتکب بھی کافر ہو کیونکہ اذا ثبت الشئی ثبت بلوازمہ " کا قاعدہ مسلم ہے، اب کیا اس قاعدہ کے مطابق اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں؟ محققین فقہاء کرام اور اصولیین حضرات کا موقف ہے کہ یہ شخص کافر نہیں ہوگا، جب تک خود اس کفر کا التزام نہ کرے تب تک محض لزوم کی وجہ سے اس کو کافر قرار دینا درست نہیں مثلاً معتزلہ کا مشہور موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفت علم قائم نہیں، جب کہ یہ بات بے شمار نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے وہ عالم ہے ۔ اللہ سے اس صفت علم کے انکار کرنے کا لازم یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی موجود نہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ) کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اسی ہستی کا نام ہے جو دیگر صفات کمال کے ساتھ ساتھ صفت علم سے بھی متصف ہے، غیر عالم تو خدا ہے نہیں، لہذا جب کوئی اس صفت علم کے قیام بذاتہ تعالیٰ کا منکر ہے تو گویا وہ وجود خداوندی ہی کا منکر ہے جو کہ کھلم کھلا کفر ہے۔ اس طرح بعض متقدمین اور

متعدد معاصرین کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت ثابت ہے، خود امام ذہبی اور علامہ ابن قدامہ نے اس پر پوری پوری کتابیں لکھی ہیں اور اس بات کے بڑے شد ومد سے دلائل پیش کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کم از کم جہت علو ثابت ہے، جب کہ یہ بات اتفاقی ہے کہ جہت کا ثبوت جسمیت اور تحدید کو مستلزم ہے جو چیز کسی طرف یا جہت میں ہوتا ہے وہ لازما حیز (جسم) ہی ہوتا ہے اور اس کے طول و عرض عمق بالکل متعین اور محدود ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ان نارواخیالات کا اثبات یقینا ایسا کفر ہے جس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے لیکن ان تمام لوازم کے باوجود امت کے معتمد فقہاء اور اصولین نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ جہت کو زور وشور سے ثابت کرنے والے افراد کو کافر قرار دیا، اسکی بنیادی وجہ یہی ہے کہ جو حضرات ان نظریات کے قائل ہیں وہ ان کے لوازم سے انکار کرتے ہیں، جب ان لوگوں کے سامنے اس کے لوازم پیش کئے جاتے ہیں تو وہ اس سے برملابراءت کا اظہار کرتے ہیں مثلاً اگر کسی معتزلی سے کہا جائے کہ جب آپ صفت علم کے منکر ہیں تو اسکا لازمی نتیجہ تو انکار خدا ہے تو وہ قطعا اس سے انکار کرتا ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے جہت فوق کے قائل ہیں جب انکو یہ الزام دیا جاتا ہے کہ اس طرح تو اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا ثابت ہو جاتا ہے جو کہ احتیاج کو مستلزم ہے اور یہ یقینا کفر ہے تو وہ پورے قوت کے ساتھ اس لازم کا انکار کرتے ہیں اس لئے امت کے مستند فقہاء کرام اور معتمد متکلمین ہمیشہ ان کی تکفیر سے باز رہے۔ فقہاء کرام کے اس احتیاط کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ یہاں دو الگ الگ چیزیں ہیں، ایک کسی عمل سے کفر کا لازم ہونا اور دوسرا خود اس شخص کا کسی کفریہ قول و عمل کا التزام کرنا اور ان دونوں میں واضح فرق ہے، لزوم کفر کو یہ حضرات موجب کفر قرار نہیں دیتے کیونکہ یہ ایک احتمال ہی کے درجہ میں ہے اس سے یقینی استدلال نہیں کیا جاسکتا جب کہ سابقہ مباحث میں تفصیل کے ساتھ یہ بات گزر چکی ہے کہ تکفیر کے لئے کسی واضح اور یقینی بنیاد کا ہونا ضروری ہے، احتمالی امور کو بنیاد بنا کر تکفیر نہیں کی جاسکتی اور دوسری صورت بالاتفاق کفر ہے کیونکہ جب کوئی شخص از خود کسی کفریہ قول و عمل کا التزام کرتا ہے تو یہ اس بات کی واضح دلیل اور یقینی قرینہ ہے کہ اس کے دل میں تصدیق موجود نہیں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی نظر میں لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اہل کتاب کے ساتھ نکاح کے مسئلہ میں ضمناً اس کی مختصر سی وضاحت فرمائی، آپ لکھتے ہیں دلیل کا تقاضایہ ہے کہ معتزلہ کے ساتھ نکاح حلال ہو کیونکہ حق مسلک یہی ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے اگرچہ (بعض اوقات) مباحث میں الزاما تکفیر کی گئی ہے یعنی اگر معتزلہ وغیرہ کے ساتھ بحث ومناظرہ کے دوران ان کی مذہب کی تردید کرتے ہوئے بعض اوقات ایسا کہا گیا ہے کہ یہ بات تو کفریہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے موقف سے کفر لازم آرہا ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوگے کیونکہ لازم مذہب اصل مذہب کی طرح نہیں (کہ اس کی بنیاد پر تکفیر کی جاسکے)۔[19]

اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ لزوم کفر اور التزام کفر کے درمیان بڑا فرق ہے کسی شخص کو التزام کفر کے بنیاد پر ہی کافر قرار دیا جاسکتا ہے لزوم کفر کی وجہ سے کسی کو کافر کہنا جمہور امت کے نزدیک خلاف احتیاط ہے لیکن یہ ساری تفصیل تب ہے جب یہ لزوم پوری طرح یقینی نہ ہو اور اس کے نتیجے میں جو کفریہ احتمال لازم آتا ہے وہ بھی مکمل طور پر واضح اور معلوم نہ ہو تبھی اس کی بنیاد پر تکفیر سے بچا رہنا ضروری ہے۔

مسئلہ تکفیر کا "فتنہ تکفیر" میں تبدیل ہونا

جس طرح شریعتِ مطہرہ کے اور جملہ فقہی و شرعی مسائل ہیں اسی طرح کسی کی تکفیر کرنا بھی خالص فقہی اور شرعی مسئلہ ہے اور اس میں کافی تفصیل ہے جو کہ درج ذیل ہے:

تکفیر کے لحاظ سے لوگوں کو عمومی طور پر دو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1)اصلی کافر

2)مرتد

اول:اصلی کافر:۔

انکو بھی مزید دو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1)ایسے لوگوں کی تکفیر جن کا کوئی مذہب نہ ہو جیسے دہریے وغیرہ، ایسے لوگوں کی تکفیر عوام بھی کر سکتے ہیں اور علمائے کرام بھی بلکہ ان کی تکفیر کرنا واجب ہے۔

2)ایسے لوگوں کی تکفیر کرنا جو اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان مثلاً عیسائیت، بدھ مت، یہودیت وغیرہ کو مانتے ہیں تمام مسلمان (عوام وخواص)ان کی تکفیر کر سکتے ہیں۔

دوم:مرتد(کسی معین فرد کی تکفیر)

یہ کام صرف اور صرف متبحر فی العلم اور راسخ فی الدین کا حق ہے، داعی یا دینی طالب علم کیلئے جائز نہیں بلکہ تمام طبقہ علماء بھی اس کے فیصلے کے مکلف نہیں ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان، ارکان اسلام اور ارکان ایمان کو تسلیم کرنے کا دعویدار ہوتا ہے لہذا ایسے شخص کی تکفیر صرف تب ہی ممکن ہے جب اس کے قول یا فعل کا کفریہ یا شرکیہ ہونا قرآن وحدیث، فہم سلف سے ثابت ہو اور تکفیر معین کی تمام شرائط پوری ہوں اور کفر سے بچانے والے تمام اسباب ختم ہو جائیں تو ان سب اصول وضوابط کا جائزہ لینے کے بعد متبحر علماء کو حق ہے کہ وہ کسی کلمہ گو کی تکفیر معین کریں کیونکہ وہ اس کے مکلف ہیں۔حامد کمال الدین لکھتے ہیں کہ درج ذیل پانچ چیزیں موانع تکفیر ہیں۔

لاعلمی، تاویل، اکراہ، خطا، نسیان۔[20]

شیخ محمد عمر بازمول تکفیر معین کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

(مسلمانوں میں سے) کوئی شخص معین علماء اہل سنت کے نزدیک کافر نہیں بنتا جب تک کہ اس میں درج ذیل وجوہات مکمل نہ پائی جائیں۔

1۔ثبوت کا پایہ تکمیل کو پہنچنا(قرآن وسنت اور اجماع سلف صالحین سے)۔

2-درج ذیل شروط کی مکمل موجودگی۔

1۔ صحیح حصول علم۔

2-کفریہ افعال کو جان بوجھ کر کرنا۔

3-موانع زائل ہونا جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

جاہل نہ ہو، کفریہ کام پر مجبور نہ کیا گیا ہو، غیر ارادی یا غلطی سے نہ چاہتے ہوئے کوئی کام سر زد ہو جانا، متاؤل یعنی کسی تاویل بالدلیل کی بنیاد پر کفریہ کام کر رہا ہو۔لہذا کسی معین شخص کو اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اوپر بیان کردہ

معاملات سے اس کو توثیق نہ ہو جائے۔[21] لہذا مندرجہ بالا تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کفار کے تمام گروہوں کی تکفیر عوام و خواص مطلقاً کر سکتے ہیں لیکن کسی کلمہ گو کی تکفیر معین کیلیے راسخ فی العلم، تبحر علماء کا ہونا ضروری ہے جو اوپر بیان کیے گئے احکامات اور احوال کے مطابق فیصلہ کریں گے، ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ ہم ذاتی دشمنی نکالنے کیلئے اور ذاتی مقاصد کے حصول کیلئے تکفیر کو ارزاں جنس کی طرح بیچ رہے ہیں۔ جہالت اور حماقت کی حد یہ ہے کہ فرعی مسائل اور متاول کلام پر بھی کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ نفرتوں کا بازار گرم کر کے اپنے کاروبار چمکائے جا رہے ہیں۔ ہم چونکہ دینی معاملے میں انتہائی حد تک جذباتی اور فہم و شعور سے عاری لوگ ہیں لہذا ہمیں جس طرف لگا دیا جاتا ہے ہم لگ جاتے ہیں حالانکہ فقہاء کی واضح عبارات موجود ہیں کہ اگر کسی میں کئی وجوہات کفر ہوں اور ایک مانع کفر ہو تو اس کو اسی ایک مانع کفر پر محمول کرنا چاہیے۔ ملا علی قاری ،علامہ بدر الرشید الحنفی کی کتاب "کتاب الفاظ الکفر" کی شرح میں نقل کرتے ہیں۔ بلا شبہ صاحب المضمرات نے الذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب ایک مسئلہ میں کئی ایسی وجوہ پائی جائیں جو تکفیر کو واجب کرتی ہے اور ایک وجہ مانع تکفیر ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ مسلم پر حسن ظن رکھتے ہوئے اسی وجہ کی طرف مائل ہو جو مانع تکفیر ہے۔[22]

تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تکفیر معین ایک خالص فقہی معاملہ ہے جو ہر عالم کا کام بھی نہیں چہ جائیکہ عوام اس میں دخل اندازی کریں بلکہ اس کیلئے تبحر، راسخ فی العلوم والدین عالم کا ہونا از بس ضروری ہے لیکن ہمارے ہاں طرفہ تماشا یہ کہ ہم اپنے فقہی و مسلکی مخالف کو بلا جھجک کافر کہہ دیتے ہیں، ہمارے منبروں سے تکفیر سکھائی جاتی ہے اور جامعات میں لبرل ازم پڑھایا جاتا ہے، ہمارے طلبہ ہمیشہ الجھن کا شکار رہتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے دین کی اصل تعلیمات نہیں رکھی جاتی۔ جب مسئلہ تکفیر تبحر علماء کی درسگاہوں اور معتدل اساتذہ کی جامعات سے نکل کر منبر و لیکچر میں پہنچے اور وہاں سے گلی محلے تک پہنچ جائے، جب لاعلم لوگ خود قاضی بن کر لوگوں کے ایمان کا فیصلہ کرنے لگیں، جب شریعت کی مقرر کردہ شرائط اور حدود و قیود کو درخور اعتناء نہ سمجھا جائے تو تب مسئلہ تکفیر، مسئلہ تکفیر نہیں رہتا بلکہ فتنہ تکفیر بن جاتا ہے اور اس کے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں جن کو ہم اپنے ملک میں بھگت رہے ہیں۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کی یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے جو عام لوگ ہیں، داعی ہیں یا طالب علم ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "مکر و فریب کے وہ سال قریب ہیں جو لوگوں پر آئیں گے، ان میں جھوٹے کو سچا ثابت کیا جائے گا اور سچے کو جھوٹا اور چور کو ایماندار اور ایماندار کو چور اور رویبضہ اسی زمانے میں بات کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول ﷺ رویبضہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ حقیر اور کمینہ آدمی جو لوگوں کے عام معاملات میں دخل دے گا۔[23]

فتنہ تکفیر کی اجمالی تاریخ

اسلام معتدل دین ہے اور اپنے ماننے والوں کو اعتدال اور میانہ روی اپنانے کا حکم دیتا ہے بلکہ خالق کائنات نے ملت اسلامیہ کا تعارف یوں کرایا ہے کہ "کذالک جعلنکم امۃ وسطا۔[24] اور اسی طرح ہم نے تمہیں (معتدل) بہترین امت بنایا۔ یہ اعتدال جہاں اعمال میں ضروری ہے وہاں افکار و نظریات میں بھی اس کا ہونا اشد ضروری ہے۔ یہی وصف اسلام ہے اور جو اس وصف اسلام سے جتنا دور ہوتا چلا گیا وہ روح اسلام سے بھی اتنا ہی دور ہو گیا۔ مختلف ادوار میں ایسے طبقے ظاہر ہوئے جو راہ اعتدال سے کوسوں دور تھے کہ نوبت بایں جا رسید کہ باوجود اسلامی شعار کے اپنانے کے انہیں اسلام سے خارج تصور کیا گیا اور انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا تھا کہ اپنے علاوہ ہر کسی کو کافر قرار دیتے تھے گویا کہ انہوں نے فتنہ تکفیر کی ابتداء کی اور انہی میں سے سرفہرست گروہ خوارج کا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں: "خوارج کی ابتداء دور نبوی میں ہی ہو گئی تھی۔ بعد ازاں دور عثمانی میں ان کی فکر

پروان چڑھی اور پھر دور مرتضوی میں ان کا عملی ظہور منظم صورت میں سامنے آیا۔۔۔۔۔۔خوارج دراصل اسلام کے نام پر دہشت گردی اور قتل وغارت گری کرتے تھے اور مسلمانوں کے خون کو اپنے انتہاء پسندانہ اور خود ساختہ نظریات و دلائل کی بناء پر مباح قرار دیتے تھے۔[25]

گویا کہ فتنہ تکفیر کی بنیاد تو رسول ﷺ کے دور ہمایوں میں ہی پڑ گئی تھی لیکن اس کا عملی اظہار دور حضرت علی میں ہوا۔ مطلب یہ کہ انکی تاریخ بہت پرانی ہے۔ دین کا لبادہ اوڑھ کر ہر دور میں تکفیری فتنے کو فروغ دینے والا گروہ خوارج ہی کے زمرے میں آتا ہے اور یہ دجال کے زمانے تک جاری رہے گا۔ علامہ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں :"وھولاء الخوارج لیسواذالک المعسکرالمخصوص المعروف فی التاریخ بل یخرجون الی زمن الدجال۔[26] یہ خوارج تاریخ کا محض مخصوص و معرف گروہ نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ دجال تک نکلتے رہیں گے۔ گویا کہ یہ گروہ باقاعدہ طور پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ کے دور میں کھل کر سامنے آیا اور قیامت تک ہر وہ شخص یا گروہ جو تکفیری فتنے کو عام کرے گا اور فروعی اختلافات پر مسلمانوں کے اموال و دماء کو مباح قرار دے گا وہ خوارج میں ہی شمار کیا جائے گا۔

فتنہ تکفیر کے اسباب و نقصانات اور ان کا حل

نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو جو مسلمانوں کو بلاوجہ کافر قرار دیتے اور قتل کرتے ہیں باوجود اس کے کہ آپ نے خود ہی بتایا کہ انکی نمازیں ایسی ہوں گی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کے سامنے حقیر سمجھو گے، تم اپنے روزوں اور تلاوتوں کو ان کے روزوں اور تلاوتوں کے سامنے حقیر سمجھو گے لیکن فرمایا کہ وہ "من ابغض خلق اللہ الیہ[27] وہ اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ترین مخلوق ہوں گے اور فرمایا" ھم شر الخلق والخلیقہ[28] وہ تمام مخلوقات میں بدترین لوگ ہوں گے لیکن سوال یہ ہے کہ فتنہ تکفیر کے اسباب کیا ہیں۔ تو اس کے بارے میں علامہ ناصر الدین البانی رقمطراز ہیں۔ میرے فہم و نقد کے مطابق اس کے دو اہم اسباب ہیں

اول: علم میں عدم گہرائی اور دین میں عدم تفقہ

دوم: جو کہ بہت اہم ہے وہ یہ کہ انہیں شرعی قواعد کا بالکل بھی علم نہیں جبکہ یہ اساس ہے۔[29]

پھر آگے ایک مقام پر مزید سبب کو بیان کرتے ہوئے علامہ البانی لکھتے ہیں" سبیل المومنین کی اتباع کرنا یا اتباع نہ کرنا اثباتا ونفیا ہر دو اعتبار سے نہایت اہم معاملہ ہے۔[30]

پھر ایک اور سبب یوں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی تکفیریوں نے) سبیل المومنین کی پیروی نہیں کی اور قرآن وسنت کی تفسیر کے سلسلے میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔[31] مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ درج ذیل اسباب بھی فتنہ تکفیر کو ہوا دینے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں:

1: عالمی استعماری سازشیں۔

2: مسلکی برتری ثابت کرنے کی سعی۔

3: کثیر مدارس کے نصاب کا جدید خطوط سے ہم آہنگ نہ ہونا۔

4: اکثر یونیورسٹیز کا معیاری علم فراہم نہ کرنا۔

5: محراب ومنبر سے دین کی صحیح تعلیمات کے بجائے مسلکی تفوق کے دلائل پیش کرنا۔

6: حکومتی وسیاسی نظام کا کمزور ہونا۔

7: علمی بے بضاعتی وغیرہ بہت سے ایسے عوامل واسباب ہیں جو کہ فتنہ تکفیر کے پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔
8: حکومتی رٹ کا موجود نہ ہونا۔

اس کے نقصانات تو شمار سے باہر ہیں اور ان کے عملی مظاہر بھی ہم دیکھ چکے ہیں، فتنہ تکفیر کے سبب معاشرتی بدامنی پھیلتی ہے جو افراد کی انفرادی زندگی پر نہ صرف اثر انداز ہوتی ہے بلکہ ملک کی اجتماعی صورتحال کو بھی مخدوش بنا دیتی ہے نیز مذہبی شدت پسندی پروان چڑھتی ہے، دین کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کیا جانے لگتا ہے، فرقہ واریت کا طوفان امڈ آتا ہے، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے اور ملک اندرونی وبیرونی سازشوں کا شکار ہو کر کھوکھلا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن ممالک یا ریاستوں میں تکفیری فتنے پروان چڑھے ان کو کمزور ہوتے اور صفحہ ہستی سے مٹتے دیر نہیں لگی سو ضرورت اس امر کی ہے کہ مملکت خداداد پاکستان میں سرایت کرنیوالے اس تکفیری فتنے کا حل ترجیحی بنیادوں پر تلاش کیا جائے۔ یہ خیال کہ انتہا پسندی صرف وہی ہے جو دوسروں کو کافر قرار دیکر قتل کرنے کی آرزو رکھتا ہے بجائے خود غلط ہے کسی بھی طرح کی انتہا تک جانا انتہا پسندی ہے۔ مذہب کے نام پر گردنیں مارنے کا جو کام چل رہا ہے یہ مذہبی انتہا پسندی کا منفی پہلو ہے اس کے تانے بانے کسی آفاقی تعلیم سے کہیں زیادہ زمینی حالات وواقعات اور متشدد اذہان وقلوب کے ساتھ ملتے ہیں، شدت پسندی اور انتہاء پسندی کسی انسان کی داخلی کیفیات ہیں جو انسان فطرتاً شدت پسند ہو گا وہ اپنی شدت کے جواز تلاش کر ہی لیتا ہے۔ اسے یہ جواز کسی مذہبی کتاب سے بھی مل سکتے ہیں یا وہ حالات وواقعات کی یوں صورت گری کرتا ہے کہ جس سے یہ تاثر پیدا ہو کہ شدت پسندی ہی مسئلہ کا واحد حل ہے۔ انتہا پسندی صرف دوسروں کو کافر کہہ کر مارنا ہی نہیں بلکہ کسی بھی چیز کی انتہا تک پہنچنے کی خواہش ایکسٹریم ازم کہلاتی ہے یہ صفت انسانی ہے، انسان کو اس سے مفر تو ہرگز نہیں مگر جس نوع کی انتہا پسندی کو مذہب سے جوڑا جاتا ہے اس کے ملزمان کم از کم تین ہوتے ہیں جن پر برابر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

1: ایک وہ شخص جو انتقام یا دیگر کسی جذباتی غلبے کے باعث انسانی جان کو ختم کرنے کے درپے ہے۔
2: دوسرا وہ شخص جو اس کو گروہی شکل میں منظم کرتا ہے۔
3: تیسرا ملزم وہ ہے جو اس عمل کو درست قرار دے اور اسکے حق میں دلائل گھڑے۔

یہ تینوں مذکورہ بالا افراد انتہا پسندی کی ترویج میں برابر کے حصہ دار ہیں اور جیسا کہ بیان ہوا کہ انتہا پسندی عمومی طور پر فطری ہوتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک معتدل ذہن کو انتہا پسندانہ افکار بھی انتہا پسندی کی طرف لے جاتے ہیں ایسے ہی ایک انتہا پسند ذہن کو معتدل افکار کی تعلیم کے ذریعے راہ اعتدال پر گامزن کیا جا سکتا ہے بایں صورت فتنہ تکفیر کو روکنے میں درج ذیل اقدامات مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

سفارشات وتجاویز

1: حکومت تمام مذہبی تعلیمی اداروں کو اپنی تحویل میں لے کر علماء کیلئے بھاری مشاہرے مقرر کرے۔
2: یکساں نصاب تعلیم رائج کیا جائے۔
3: مذہبی اداروں سے فارغ التحصیل ہونیوالے طلبہ کو بھی روزگار کے یکساں مواقع فراہم کئے جائیں۔
4: کالجز اور جامعات میں مذہبی رواداری کے سیمینار اور کانفرنسز منعقد کی جائیں۔
5: حکومت کو علماء کو اعتماد میں لیکر اختلافی مسائل کا قابل عمل لائحہ عمل طے کرنا چاہیے۔

6: نفرت انگیز مواد کے نشر کرنے پر کڑی سزا دی جائے۔

7: غیر مسلم اقلیتوں کو پابند کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کا ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھیں اور اس کی خلاف ورزی پر ریاست کو فوراحرکت میں آنا چاہیے تا کہ لوگ قانون ہاتھ میں نہ لیں۔

8: غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ جدید رجحانات کی بنیاد پر معاہدات کی تجدید کی جائے۔

9: مختلف مسالک کے علماء کو ایک دوسرے کے قریب لا کر اختلافی مسائل پر بیٹھ کر گفتگو کرنی چاہئے تا کہ رابطہ جاتی خلا پر ہو سکے اور عوام کے سامنے اختلافی مسائل کے پرچار سے گریز کرنا چاہئے۔

10: تکفیر کا فتویٰ دینے سے پہلے ہر ممکنہ احتیاطی پہلو نظر میں رکھا جائے بلکہ حکومت کو اس معاملے پر مختلف مسالک کے علماء کی کمیٹی قائم کرنی چاہئے جو کہ تمام پہلوں کا جائزہ لیکر ہی کوئی فیصلہ کرے۔

مندرجہ بالا اقدامات سے فتنہ تکفیر کو حل کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

فتنہ تکفیر کے امت کی اجتماعی صورتحال پر اثرات

ابو محمد سلفی فتنہ تکفیر کے بھیانک نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ "اب ذرا ایک نظر عصر حاضر میں پیدا ہونے والے فتنہ تکفیر کے نتائج و مفاسد پر ڈالتے ہیں:

1: بغیر دلیل محکم، مختلف فیہ اور غیر قطعی احکام کی بناء پر مسلمان کی عزت، جان مال کو حلال قرار دینا (جس سے امت میں افتراق وانتشار پروان چڑھتا ہے)۔

2: مجتہد و مستند علماء کے منصب پر مبادیات دین سے جاہل وناعاقبت اندیش لوگوں کو بٹھا کر کبار مستند و مجتہد اور صحیح عقائد سلف کے حامل لوگوں کی تنقیص و توہین اور ان کی سرعام غیبت اور ان پر گمراہ کن فتووں کی بوچھاڑ کرنا (جس سے دنیا کے سامنے امت مسلمہ کا منفی تصور آتا ہے اور اہمیت کم ہو جاتی ہے)

3: قرآن وسنت جو کہ توحید الوہیت اور اسماء وصفات سے بھرے پڑے ہیں ان کے بیان یا ان کی بناء پر شرعی احکام واضح کرنے کے بجائے محض توحید الوہیت کی ایک جزئی توحید حاکمیت کو ہی موحد یا غیر موحد ہونے کا واحد معیار حقیقی قرار دینا۔

4: فتنہ تکفیر کی آڑ میں مسلمانوں کی وحدت وجمعیت کو پارہ پارہ کرتے ہوئے ان کی معیشت و دفاع کو تباہ کر کے کفار کو مسلمانوں کے خلاف مستحکم و مضبوط بنانا (جس سے امت مسلمہ مجموعی طور پر معاشی اور دفاعی لحاظ سے غیر مستحکم ہو جاتی ہے)۔

5: مساجد پر خود کش حملے کر کے ان کے تقدس کو پامال کرنا۔[32]

حقیقت یہی ہے کہ امت کی زبوں حالی کی اصل وجہ افتراق وانتشار ہے اور اس کی جڑوں میں فتنہ تکفیر ہے جو امت کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ یہ فتنہ تکفیر افراد یا مسالک سے ہوتا ہوا اب ریاستوں اور ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے اور اسوقت المیہ یہ ہے کہ اسلامی ریاستیں ایک دوسرے کو کافر کہہ رہی ہیں۔ تباہی و بربادی کے جس راستے پر ہم چل نکلے ہیں اس کی وجہ سامراجی سازشوں سے زیادہ ہماری کج فہمی اور وقتی منافع کی خاطر بڑے سے بڑا قدم اٹھالینا ہے خواہ اس سے امت کی اجتماعیت کو جتنا بھی گزند پہنچے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ چار سو پھیلی سازشوں کو سمجھا جائے اور ان سے نمٹنے کیلیئے باہمی اختلافات کو بھلا کر کوئی قابل عمل، مضبوط لائحہ عمل طے کیا جائے وگرنہ دنیا کی تاریخ میں تو طاقتور قومیں بھی خس وخاشاک کی طرح اڑ کر رہ گئی ہیں چہ جائیکہ کمزور اور متفرق اقوام۔۔۔!!!

مسئلہ تکفیر میں معتدل راستہ

مسئلہ تکفیر کے متعلق سابقہ اوراق میں بہت کچھ بیان ہوا۔ ہم سیکولرازم اور انتہاپسندی جیسی دو انتہاؤں کے درمیان رہ رہے ہیں اور معاملات کو جب بھی انتہا پر لے جایا جائے تو اس سے سوائے تخریب کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تکفیر مسلم میں راہ اعتدال کو اختیار کیا جائے یعنی جہاں پر تکفیر ناگزیر ہو وہاں پر تکفیر کی جائے مثلا کوئی مسلمہ ضروریات دین کا منکر ہو یا ختم نبوت سے انکاری ہو یا ثابت شدہ گستاخ رسول ہو تو وہاں تکفیر ضروری ہے لیکن فروعی مسائل میں تکفیر کرنا انتہائی ظلم اور شریعت کے ساتھ مذاق ہے لہذا امام اعظم امام ابو حنیفہ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ "میں اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا" تکفیر مسلم سے حتی الامکان بچا جائے۔ معاملات کو الجھانے کے بجائے سلجھانے کی کوشش کی جانی چاہئے اور تکفیری فتنے کے سیلاب کے سامنے حکمت کے بند باندھنے چاہیں کیونکہ امت کو اس وقت اتحاد و اتفاق کی جتنی ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہیں رہی ہو گی۔ مسلمانوں پر تکفیر فتاویٰ کے بجائے ان کا تصفیہ و تربیہ کرنا چاہئے۔ تصفیہ سے مراد یہ ہے کہ اسلام کو ان چیزوں سے پاک کیا جائے جو اس میں داخل ہو گئی ہیں اور اس کے شفاف چہرے کو داغدار کر رہی ہیں اور تربیہ وہ دوسری چیز ہے جو اسی تصفیہ کے مرحلے سے وابستہ ہے یعنی نوجوانان اسلام کی اسلام کی خالص تعلیمات پر تربیت کرنا اور یہی اسوہ محمدی ہے اور یہی راہ اعتدال ہے۔

خلاصۂ بحث

تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تکفیر ایک سنجیدہ اور گھمبیر مسئلہ ہے، اس کیلئے غایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ امت مسلمہ کے ساتھ یہ مسئلہ روز اول سے ہی کسی نہ کسی صورت میں چلا آرہا ہے جو کہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں بلکہ زوال امت کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر تکفیر ناگزیر ہے لیکن وہ بھی متبحر اور راسخ العلم، مخلص علماء کا کام ہے نہ کہ ہر جگہ اسی مسئلے کو تختۂ مشق بنالیا جائے اور عوام الناس کے دل میں باہمی نفرت کے بیج بوئے جائیں۔ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت انتہائی نازک دور سے گزر رہی ہے اور اس وقت اندرونی و بیرونی سازشوں کے مقابلے کیلئے اس کا متحد ہونا ضروری ہے، اس کیلئے نہ صرف اساتذہ و علماء بلکہ ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تب جا کر قوم کی حالت سنبھل سکتی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو ملکی سطح پر جبکہ تنظیم تعاون اسلامی کو عالمی سطح پر اس بنیادی مسئلے کا ادراک کرتے ہوئے اس کے ممکنہ حل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنا چاہئے۔ اللہ عالم اسلام کا حامی و ناصر ہو۔

References

[1]Al Anfaal, 08:25.

[2] Imam Muslim Bin Hujjaj Qushairi, Sahih Muslim(Karachi:Noor Muhammad Assah Ul Mataabey), Kitab Ul Fitan, 02:188,Hadith#2744.

[3]Louis Maaloof, Almunjid,(Lahore: Maktabah Quddoosiya Urdu Bazar Lahore),757.

[4]- Louis Maaloof, Almunjid,757.

[5]Saad Ud din Masood Bin Umar Tuftaazaani,Shaarah Ul Maqasid Fi Ilm il Kalam(Lahore:Daar Ul Maarif Al Nomania, 1988),02:257.

[6]Hussain Bin Shahab Ud Din Alkailani Alshafaee,Sharah Ul Aqaid Al Adadiyah(Beirut:Maktabah Mustafa Electronia, 1990), 108.

[7]Jabir Ali Askari,Tum Kaafir Ho(Lahore:Idara Radd E Fitan),80,81.

[8] Ahmad Bin Abdul Haleem Ibn E Taimiyan,Majmoo ul Fatawa(Lahore:Maktabah Taimiyah),17:78.
[9]- Al Nisa, 04:94.
[10] Muhammad Bin Ismail Bukhari,Sahih Bukhari(Karachi:Noor Muhammad Assah Ul Matabeey) Kitab ul adab, 02:165,Hadith#6104.
[11]Imam Ahmad Bin Hanmbal,Musnad Ahmad bin hanmbal(Beirut;:Moassasah Al Risaalah),10:84.
[12]Imam Abu Daud Sulaiman Bin Ashas,Sunan Abi Daud(Multan:Qadeemi Kutub Khaana), 01:248,Hadith#2532.
[13]Imam Muslim, Sahih Muslim,Kitab Ul Iman,01:135,Hadoth#155.
[14]Imam Muslim, Sahih Muslim,Kitab Ul Iman,01:135,Hadoth#155.
[15]Muhamnad Bin Ahmad Bin Usman Zahbi,Siyar Aalam Al Nubalaa(Beirut:Mossasah Al Risalah),18:55.
[16]Imam Bukhari,Sahih Bukhari,Kitab Ud Diyanaat,02:205,Hadith#6872.
[17]Imam Muslim,Sahih Muslim,Kitab Ul Iman,01:31,Hadith#96.
[18]Imam Muslim,Sahih Muslim,Kitab Ul Iman,01:31,Hadith#97.
[19]Muhammad bin Aabedeen Shami,Radd ul Mohtar Alaa Ad Dur E Ul Mukhtaar,Kitab Un Nikah(Beirut:Daar Ul Kutub Al Arbiyah),03:45.
[20]Kamal Ud Din Hamid,Nawaqiz E Islam(Lahore:Eqaaz 336 Sabza Zaar),91.
[21]Sheikh Muhammad Umar Baazmool,Barra'at US Salfiyeen Min Manhaj E Ilkhawarij was Takfeeriyeen(Aljazaar Al Aasmah:Daar Ul Meeras Al Nabvi),01:184.
[22]Mulla Ali Qari, Sharah Ul Imam Ali Al Qari Alaa Kitab E Alfaaz Il Kufr(Riyaz:Daar Ul Fazeelah Al Riyaz),230.
[23]Muhammad bin Yazeed Ibn e Maja,Sunan Ibn e Maja,Kitab Ul Fitan(Karachi:Noor Muhammad Assah Ul Matabeey),01:338,Hadith#4172.
[24]Al Baqrah,02:143.
[25]Dr Tahir Ul Qadri,Fitna E Khawarij Aur Dehshat Gardi(Lahore:Minhaj Ul Quran Publications),349.
[26]Imam Ibn e Taimiyah,Majmoo Ul Fatawa,28:495.
[27]Imam Muslim, Sahih Muslim,Kitab Uz Zakat,01:134,Hadith#1066.
[28]Imam Muslim, Sahih Muslim,Kitab Uz Zakat,01:134,Hadith#1066.
[29]Nasir Ud Din Albani,Al Tahzeer Min Fitna Te Takfeer(Lahore:Idara Tauheed E Khalis),03.
[30]Albani, Al Tahzeer Min Fitna Te Takfeer,04.
[31]Albani, Al Tahzeer Min Fitna Te Takfeer,04.
[32]Abu Muhammad Salfi, Sartan Ul Asr Fitna E Takfeer(Lahore:Idara Radd E Fitan),63,64,65